Negotiations 5:2 (Dec 2025) pp. 186-195 ISSN: 2789-293X

لفظیات و معنیات، ایک مطالعہ (شام شعر یاراں کے تناظر میں)

Lexicology and Semantics: A Study

(In the Context of Shaam-e-Shaar-e-Yaraan)

Dr. Syed Badshah-i-Mulk
Scholar: Post Doctorate Research Fellowship (Urdu) International Islamic University, Islamabad
drsyedbadshahimulk1970@gmail.com

KEYWORDS

Architecture
Piercin Cntent
Shaam-e-Sher-e-Yaran
Playful
Yousufi
Convincingly
Linguistic Sensiblity
Philosophical
Impoverishment

DATES

Received 09-11-2025
Accepted 24-11-2025
Published 31-12-2025

QR CODE

ABSTRACT

Language and literature share a relationship so profound and indivisible that one can scarcely exist in its fullest glory without the other. Language is not merely the medium through which literature breathes; it is its very bloodstream, its architecture, its music, and frequently it's most piercing content. When a master like Mushtaq Ahmad Yousufi takes up the pen, this symbiotic bond reaches it's most exquisite and irreplaceable expression. In Shaam-e-Sher-e-Yaran, we witness once again how an extraordinarily refined, playful, ironic, yet deeply cultured language becomes not just the vehicle but also the very protagonist of the literary experience. Yousufi demonstrates perhaps more convincingly than any other Urdu prose writer of the last century that great literature is born where extraordinary linguistic sensibility meets philosophical depth, cultural memory, and unrelenting intellectual mischief. It is therefore not an exaggeration to say that any serious reading of Shaam-e-Sher-e-Yaran is simultaneously an education in the almost limitless possibilities of the Urdu language and a humbling encounter with what literature, at its highest, can still achieve in an age of haste and impoverishment of expression.

https://journals.mehkaa.com/index.php/negotiations/article/view/190

لفظیات و معنیات، ایک مطالعہ (شامِ شعر یاراں کے تناظر میں)

تلخیص:

زبان اور ادب کا باہمی تعلق اس قدر گہرا اور ناقابلِ تقسیم ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر اپنی کامل شان کے ساتھ موجود رہنا تقریباً ناممکن ہے۔ زبان محض وہ وسیلہ نہیں جس کے ذریعے ادب سانس لیتا ہے بلکہ وہ اس کا خونِ رواں، اس کی ساخت، اس کی موسیقیت اور اکثر اس کا سب سے گہرا اور تیز اثر رکھنے والا مضمون بھی ہوتی ہے۔ جب مشتاق احمد یوسفی جیسے استاد قلم اٹھاتے ہیں تو یہ باہمی رشتہ اپنی نہایت نفیس اور بے بدل صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ "شامِ شعر یاراں" میں ہم ایک بار پھر دیکھتے ہیں کہ کس طرح ایک غیر معمولی طور پر نکھری ہوئی، شوخ، طنزیہ مگر گہری تہذیبی شعور سے مزین زبان محض اظہار کا ذریعہ نہیں رہتی بلکہ خود ادبی تجربے کا مرکزی کردار بن جاتی ہے۔ یوسفی یہ ثابت کرتے ہیں۔ شاید گزشتہ صدی کے کسی بھی دوسرے اردو نثر نگار سے زیادہ قائل کن انداز میں کہ عظیم ادب وہاں جنم لیتا ہے جہاں غیر معمولی لسانی حس، فلسفیانہ گہرائی، تہذیبی یادداشت اور بے لگام فکری شوخی آپس میں ملتی ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہو گا کہ "شامِ شعر یاراں" کا سنجیدہ مطالعہ بیک وقت اردو زبان کی تقریباً لامحدود صلاحیتوں کی تعلیم بھی ہے اور اس حقیقت سے ایک عاجز کر دینے والا سامنا بھی کہ تیز رفتاری اور اظہار کی غربت کے اس دور میں بھی ادب اپنی بلند ترین سطح پر کیا کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

ادب وہ فکری گنجینہ ہے جس کے ہونے سے انسانی اظہارات و تفکرات کا سرمایہ خوب تشکیل پاتا ہے۔ اس بیش قیمت پیشکش سے ہر دور کا شعور اچھی طرح فیض یاب ہوا ہے۔ سلسلہ مراتب تمہیدی و مرادات موضوعی پر سوچتے ہی پہلے اُس ادبی درپن سے سامنا ہوتا ہے جہاں زبان و لسان، حروف و لغات اور الفاظ و معانی کی مبادی اور بنیادی صورتیں دستیاب ہوتی ہیں۔ لسانیات سے مراد زُبان کے قانون کی تشکیل کا علم ہے۔ اسی کے ذریعے کسی بھی قوم کے انفرادی و اجتماعی تصورات کو شہ ملتا ہے۔ یہ وہ بامعنی نظام ہے جس کی بنا پر لوک اور لوگ ایک دوجے کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ اسی طرح علوم و فنون سے آگاہی کا اک طویل حوالہ قائم ہو کر انسان و انسانیت کو تہذیب کے کامل پھل ملنا شروع ہوتے ہیں۔

اس میں لفظ و لفظیات کی کہانیاں الگ الگ ابواب میں منقسم ہوتی نظر آتی ہیں۔ یہاں اگر لفظی و لغوی شکلیں ظاہر ہوتی ہیں تو ساتھ توضیحی و تفصیلی حالتوں سے بھی مستفید ہونا پڑتا ہے۔ ان دونوں کا تعلق حقائق کی بازیافت سے مانا جاتا ہے۔ کسی بھی تحریر میں جہاں جہاں مشکل کیفیات یا پیچیدہ مطالعات سے واسطہ پڑتا ہے تو وہاں زیادہ تر الفاظ کی صحیح ساخت اور اُن کے استعمال سے رجوع لازمی ہوتی ہے۔ الفاظ زبان کا وہ پارہ ہے جس میں پہلی نظر میں عیاں صورتوں کو دیکھنا ہوتا ہے اور اصل اصیل مطالب کو پا لینے میں ان کا کردار بنیادی بن جاتا ہے۔ الفاظ کو زیر قلم لانے میں موضوع کی اہمیت بھی خاص ہوتی ہے۔ اب لغت کے اعتبار سے الفاظ کا ایک پورا سلسلہ موجود ہوتا ہے مگر اُن کو جوڑنے، سامنے لانے اور مقررہ مقاصد کے حصول میں کارگر بنانے کے لیے موضوع ہی حقیقی محرک کا کردار ادا کرتی ہے۔

جہاں تک لفظیات کا معاملہ ہے تو اس ضمن میں الفاظ کی شناخت و ساخت، تاریخ و روایت، حالت و صورت، اصلیت و حقیقت اور متعلقہ شہود و شعور پر باریک نظر ڈالنا ضروری ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ماضی کے حوالوں اور سابقہ اُصولوں کو زیر مطالعہ رکھنا بھی ایک اہم قدم ہے۔ قدیم و جدید تعلیمات اور اُن سے ہم آہنگ الفاظ کے جوڑ کو بھی یاد رکھنا ہوتا ہے۔ بس لسانیات کو بساط مان کر کتابیات، تخلیقات اور تحقیقات کے پردے میں الفاظ سے پیوستہ حقائق، اشکال، کیفیات، رجحانات، اُسلوبیات اور اقسام بارے جاننا ہی مطالعہ لفظیات کہلاتا ہے۔ کسی بھی زبان اور الفاظ کی صحیح گت کو اُبھارنے کے لیے اُن سے متعلقہ معانی کو جاننا اور جانچنا ایک ابتدائی مرحلہ گردانا جاتا ہے۔

اس حوالے سے لغوی مرتبہ، اصلاحی رُتبہ اور اصطلاحی درجہ کو خاص حیثیت حاصل ہے۔ جب بھی کوئی ادیب، نقاد یا محقق کسی بھی عنوان یا موضوع کے اعتبار سے الفاظ کا استعمال کرتا ہے تو یہی سے شعبہ معنیات اپنا فریضہ نبھانا شروع کرتا ہے۔ اب ظاہری اور مجازی توضیحات سے بڑھ کر اندرونی اور باطنی مقاصد کے حصول پر نظر ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ علم المعانی کے ہونے سے ان گنت روپ کا وصال ممکن ہوتا ہے۔ ان پہلوؤں میں مجمل اور مفصل دونوں صورتیں دستیاب ہو کر مقصود نصاب و مقاصد کو پانا سہل ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات ان معانی اور اسباق کو اشاراتی و علامتی حوالوں سے آسان بنانے کی سعی بھی موجود ہوتی ہے۔ معنیات کے بارے میں ابوالاعجاز حفیظ صدیقی یوں لکھتے ہیں۔

> "علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ بات مقتضائے حال کے مطابق ہے یا نہیں؟"(1)

جب تحقیق و تخلیق کے سلسلے میں گوناگوں کتابوں اور دیگر زریعوں کو دیکھا جاتا ہے تو اُن میں سے موضوع کے مطابق پہلی و ثانوی مواد کو اکھٹا کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں تمام الفاظ، عبارات، کلمات، مضامین اور خیالات کو خوب پرکھا جاتا ہے اور تب کہیں جا کر تقاضائے موضوع کے مطابق صحیح حوالہ جات کو تحریر کیا جاتا ہے اور نتیجے کے طور پر درست نتائج کو عام صورت مل جاتی ہے۔ معنیات میں الفاظ و معانی کے تغیر و تعبیر کا ایک باقاعدہ باب شامل ہوتا ہے۔ اس میں سیاق و سباق، سابقہ فہرستوں، موجودہ ترکیبوں اور زیر نظر موضوعاتی ضرورتوں کو خوب جانچا جاتا ہے تاکہ متعدد فکری کرداروں کو بروقت مطلوبہ جلا ملنے کے امکانات واضح ہوں۔ علم المعانی کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر یہ کہتے ہیں:

> "معنویات کے لیے علم المعانی بھی مستعمل ہے۔ لسانیات کی وہ شاخ جس میں الفاظ و معانی کے باہمی تعلق کا مطالعہ کیا جاتا ہے نیز اس امر کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے کہ ایک لفظ کے معنی کیسے تبدیل ہو جاتے ہیں۔"(2)

بس یہ کہنا کافی ہو گا کہ معنیات باقاعدہ طور پر لسانیات کا ایک مرکزی حصہ ہے۔ اس میں معانی کی مختلف شکلوں اور ضابطوں کا مطالعہ کرنا مقصود ہوتا ہے نیز اُن تمام عنوانات، موضوعات، حاجات، اصوات اور متعلقات کا تجزیہ بھی لازمی ہوتا ہے جن کا مقررہ حاصلات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اتصال وارتباط ممکن ہوتا ہے۔

اردو زبان وادب کی طنزیہ ومزاحیہ رُخ میں جس طرح اچھوتے الفاظ اور انوکھے معانی کے اظہار کا ملکہ مشتاق احمد یوسفی کو حاصل رہا، اُن کو کثرت رائے سے بے نظیر کہا اور مانا جاتا ہے۔ اس مصنف کی تادم بیاں آخری تخلیق شام شعر یاراں کے مطالعے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خالق لفظیات ومعنیات کے حوالے سے ہمہ داں ہیں۔ عجیب مرحلہ فکر یہ ہے کہ چاہے زیر استعمال الفاظ ومعانی کا تعلق متعلقہ مضامین سے ہو یا نہ ہو مگر اسلوب کے لحاظ سے اُن میں اس قدر توانائی ہوتی ہے کہ فکر کو قطعاً گراں محسوس نہیں ہوتی۔ قاری حیران کہ نویسندہ کی طرز نگارش تو ہے لاجواب مگر مستقیم تو مستقیم اگر یہاں کچھ معکوس ومنتشر گزارشات بھی ہوں تو نہ طبیعت بوجھل پن میں محبوس اور نہ وجدان خود کو کارعبث میں قید محسوس کرتا ہے۔ ایسے ایسے الفاظ کے لکھنے، عجیب وغریب معانی کو انشا کرنے اور موضوعات سے ہم آہنگ مطالب سے آشنا ہونے کی کیفیت سے پڑھنے والوں کا علمی وفہمی بند بند اور فکری وفنی جوڑ جوڑ کو مرفہ الحالی نصیب ہوتی ہے۔ یہ انداز تخاطب ملاحظہ ہو:

"یونانیوں کے سبھی دیوی دیوتاؤں اور خداؤں میں مسلمانوں کی ساری خرابیاں پائی جاتی تھیں۔"(3)

ہندی مذہب میں ایک خدا کے تصور اور اُن سے وابستہ خیالی مخلوق کا ایک کامل فکری سلسلہ ہے جو اُن کے بڑوں کے مطابق اُن ہی کے ہونے سے یہ نظام ہستی رواں دواں اور قائم ودائم ہے۔ اب اُن سے اسلام کے پیروکاروں کا بندھن اور ساتھ پہلے کے ہاں دوسرے کے اعمال کا ناتا جوڑنا اپنی جگہ پر خاصا لائق غور ہے۔ یہی وہ کمال کے اظہارات ہیں جن کی طفیل پر قلم کار کو ہر جگہ سراہا جاتا ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض صاحبان بصیرت وفراست کچھ ساعت کے لیے حیران کن الفاظ ومعانی سے اپنے مضامین کو خاصے کی چیز بنا کر دور نکل جاتے ہیں مگر یوسفی اس حربے کو بار بار باریک بینی سے استعمال کرتے جاتے ہیں اور چاہے پہلی بار یہ طریق تحریر آشکار ہو یا تکراری تکلف کے ساتھ ظاہر ہو مگر کہیں پر بھی شق یا شک کی گنجائش نہیں ہوتی۔ مندرجہ ذیل لفظی ومعنوی صورت حال کو ذرا تنقیدی نظر سے دیکھئے:

"اب کسی بھی پیشے کا مقصد اولیٰ واعلیٰ بیان کرنے کے لیے صرف پیشے کی ش کے تین بے فیض نقطے حذف کرنے پڑیں گے۔"(4)

کبھی کبھی تو موصوف الفاظ ومعانی کے ایسے جال بنتے ہیں کہ قوم کی حیا اور قومی احیا کی فکر سے بڑے بڑوں کو منہ ڈھانپنا پڑتا ہے۔ ویسے بھی جب تمنائے حساب کی حیات محدود ہو اور خاص کر نسل نو میں دعائے تاب کا محور اپنی ذات ہو تو پھر اپنے چمن کو کشور

حسین کہا جائے یا سر زمین ماہ جبیں، حقیقت میں تو وہ کٹھ پتلی سے آگے کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔یوسفی کے قلم و قرطاس میں فرض و قرض کے وہ لفظی و معنوی اشارے ہیں جن کو ادب عالیہ کے عالمگیر پیمانے بولا جاسکتا ہے۔

وہ اگر صحیح معنوں میں موجودہ جوان خون کے شعوری خانوں میں جگہ بنالیں تو پھر کاغذی چہروں، وقتی کرداروں اور عارضی حکمرانوں کی خیر نہیں۔ایک قاری جب ان رنگوں اور نگینوں کو دیکھتا ہے تو آغاز میں وہ ہنستے مسکراتے لفظی نتائج سے خوب لطف اندوز ہوتا ہے اور جب اُن پر معنوی مقاصد منکشف ہوتے ہیں تو وہ روتے چلاتے اپنے افعال صادقین اور عصر حاضر کے شبہ شعبدہ بازوں کے اعمال کرامات پر دلی و فکری آنسو بہابہا کر دل ہی دل میں ہنگامہ کھڑا کر دیتا ہے۔اس بارے میں ڈاکٹر نور الحسن نقوی یوں گویاہیں:

> "یوسفی کی تحریروں کا مطالعہ کرنے والا پڑھتے پڑھتے سوچنے لگتا ہے، اور ہنستے ہنستے اچانک چپ ہو جاتا ہے۔اکثر اُس کی آنکھیں بھیک جاتی ہیں۔"(5)

شام شعر یاراں میں شامل الفاظ کا علاقہ چاہے ادل بدل تصویروں سے پُر ہو یا اُن سے استنباطی معانی کا ناتا رنگ برنگ صورتوں سے قائم ہو، اُن میں ہر دور کے صالحین، مشفقین، واعظین، مقررین اور معلمین اپنے آپ سے ضرور کسی نہ کسی مقام پر ملاقات و احتساب کرتے رہتے ہیں۔اب یہ اور معاملہ ہے کہ اُن چونچال چو چلا بازوں کی دھما چوکڑیاں تا حال جاری ہیں۔دراصل یوسفی اگر ظاہری طور پر الفاظ و معانی کی نئی نئی پرتیں کھولتے جاتے ہیں تو دوسری جانب اُن برے بھلے لوگوں کو اُس دنیا کی سیر بھی مقصود ہوتی ہے جہاں نفس امارہ کی بدحالی اور نفس مطمئنہ کی ظفر مرادی موجود ہوتی ہے۔یوسفی کی لفظی و معنوی فن کاری پر مجنون گورکھپوری یہ رائے رکھتے ہیں:

> "ادنیٰ سے ادنیٰ بات کے کسی نئے پہلو یا زاویے پر ہلکی سی روشنی ڈال اُس کی طرف ہم کو متوجہ کر کے چونکا دینا اور پھر خود معصومانہ انداز میں آگے بڑھ جانا یوسفی کے فن کی وہ نزاکت ہے جو انہی کے حصے میں آئی ہے۔یوسفی کا قلم جس چیز کو بھی چھوتا ہے، اُس میں نئی روئیدگی اور تازہ بالیدگی پیدا کر دیتا ہے۔ان کی کوئی سطر یا لفظی ترکیب ایسی نہیں ہوتی جو پڑھنے والے کی فکر و نظر کو نئی روشنی نہ دے جاتی ہو۔یوسفی ایک ظرافت نگار کی حیثیت سے ایک نیا دبستان ہے۔"(6)

آج کل ہر درجے پر براجمان اولاد آدم حد درجہ بکی نظر آتے ہیں۔یہی اقرار و تکرار کہ ہر کوئی اچھائی و بھلائی کے لباس میں بدی و برائی کو عام کر رہا ہے۔یہ باتونی لوگ سب پر سرسری نظریں ڈال کر اور حقیقی شاہراہیں گم جان کر دوسروں کو محض زبانی و تحریری بنیادوں پر ابلیسی چیلے کہتے پھرتے ہیں۔

اس عصر عفریت میں اب بھی کچھ ایسے کردار موجود ہیں جو عفاف کے دعویٰ گیر تو نہیں ہوتے مگر عام عوام اُن کو عیسیٰ نفس دم ساز کے قطار میں میر مانتے ہیں۔طنزیہ و مزاحیہ ادب میں مشتاق احمد یوسفی کو اس لیے ہر کوئی نابغہ پکارتا ہے کہ اُس نے پہلے

خود کو آئینے کے سامنے لا کر کھڑا کیا ہے اور بعد میں دوسروں کے چہروں و نقابوں کی خوب خبر لی ہے۔ جس دن اور زمانے میں اپنے فرائض کی بجا آوری کو احسان اور تفویض شدہ امور کو بیکار کی صورت عطا ہوئی ہے تو وہاں بگاڑ اور دراڑ نے ہر طرف افراتفری اور طوائف الملوکی کو جنم دیا ہے۔ یوسفی نے ایسے نمونوں کی ادبی بالیدگی اور اخلاقی بلندی کو یوں واضح کیا ہے:

> "یہ وہ راسخ العقیدہ احدی ہیں جو اپنے کرنے کے تمام کام اور فرائض خدا کو سونپ کر نچنت ہو جاتے ہیں! دراصل یہ اپنے حصے کی تگ و دو، کارکردگی، پہل، جانفشانی اور تاریخی وجدلیاتی رول کی ادائیگی سے جی چراتے ہیں۔ اور اپنی سہل انگاری، تساہل اہلکارانہ اور تجاہل عارفانہ کو ورڈلی وزڈم یعنی دنیوی سوجھ بوجھ، بردباری اور دانائی سے تعبیر کرتے ہیں۔"(7)

بعض لکھاریوں اور مضمون نگاروں پر جو جو کلیے اور قاعدے اثر انداز ہو کر اُن سے متعلقہ اظہارات و ملفوظات تحریری صورتوں میں تشت از بام کراتے ہیں اُن میں انفرادی اصوات، ماحولیاتی تعلیمات، بیرونی کلمات، اندرونی تعلقات، لوگوں کے ملاقات، موضوعات کے متعلقات، شخصیات کے اشارات، تحقیقی کتابیات، تخلیقی حاصلات اور لسانی لغات شامل ہیں۔ ان میں جس چیز کو نمایاں مرتبہ حاصل ہے وہ کسی اہل زبان یا باتوں و بولیوں کے ماہر کا اکتسابی و انتسابی انکشافات جدیدہ ہیں جن کے بل بوتے پر وہ دانائے راز و نیاز جانا جاتا ہے۔ یوسفی نے بھی اپنی پانچویں تخلیق شام شعر یاراں میں لفظیات و معنیات کے مرہون منت مقررہ نتائج کے حصول کے لیے لغوی و لفظی اور اصطلاحی و معنوی انکشافات کو ایک اکمل لڑی میں پرویا ہے۔ ہم اپنے دشمن اس لحاظ سے بھی ہیں کہ ہمیشہ خود کو برتر اور دوسروں کو بدتر خیال کر کے اپنے آپ کو جھوٹا اور چھوٹا ثابت کرتے ہیں۔ اس سبق کی طرف یوسفی نے کمال کے الفاظ کا اظہار کر کے جاری اپنی قومی خو سے نجات اور نشاط ثانیہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی ہے۔ موصوف کو پڑھ کر لگتا ہے کہ اُن کی کل نگارشات کا چشمہ آج کل ہر فکر و نظر کے ہاں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ آرا ہے اور یہی گواہی عام ہے کہ یہ تو میرے دل کی آواز ہے۔ زرا یہ طریق بیان دیکھئے:

> "تیسری دنیا کا اصل دکھ بھوک، افلاس اور قحط نہیں۔ تیسری دنیا کا دکھ قحط الرجال بھی نہیں جس کا جتنا رونا رویا جاتا ہے۔ تیسری دنیا قحط الرجال کی نہیں قہر الرجال کی ماری ہوئی ہے۔"(8)

یوسفی نے اپنے ہم پیشہ پیاروں سے کارکردگی بارے نہایت اچھے، سچے اور کھرے الفاظ و معانی سے کام لیا ہے تاکہ اُن کے ابیض کارنمایاں کو کوئی داغ نہ ملے۔ موصوف نے نہ خود کو عام معافی سے نوازا ہے اور نہ دور و نزدیک کے یاروں کے ادبی عزائم کو عزت خدا کے ہاتھ میں ہے، جان کر چھوٹ دی ہے۔ اگرچہ ادب و ادیب کے حوالے سے یوسفی کے الفاظ و معانی کے نوک آتشی نہیں ہیں اور نہ کسی کو دوزخی قرار دیا ہے البتہ اُن کے برائے نام باسلیقہ اٹھک بیٹھک اور دانش مندانہ لکھت پڑھت پر چوٹیں ضرور کی ہیں۔ یوسفی کی یہ حساس قلم کاری پڑھیئے:

> "آج کل ہمارے ادیب اور لکھاری باہمی تضحیک و تذلیل اور ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے میں جٹے ہوئے ہیں اور اس عمل کے دوران خود کو مفتخر و فتح مند محسوس کرتے ہیں۔ جو علانیہ کیچڑ اچھالنے کی

جرات اور سکت نہیں رکھتے وہ چپ چپاتے ڈنک مار کے گمنامی کے بل میں چھُپ جاتے ہیں، جب کہ بچھو کبھی دوسرے بچھو کو ڈنک نہیں مارتا، نہ سانپ اپنے ہم جنس کو ڈستا ہے۔"(9)

اُسلوب کسی بھی مصنف کی ذاتی طریق تحریر ہے۔ کوئی بھی کلام و گفتار اُس کے لکھنے والے سے تعارف کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔ اگر ہم آج بھی شعر و نثر کے سلسلے میں تخلیق نگاروں کی فہرست دیکھ لیں تو آسانی کے ساتھ مطلوبہ ادیبوں و فن کاروں سے وصال ممکن ہوتی ہے۔ جہاں تک یوسفی کی لفظیات و معنیات کا تعلق ہے تو اُن سے منسلک قلم کے مظاہرات سے خوب پتا چلتا ہے کہ یہ یوسفی کا اُسلوب ہے۔ غلام ابن سلطان کے بقول:

"منفرد اسلوب کا حامل ایسا یگانہ روز گار صناع بزم ادب سے اُٹھ گیا جس نے اپنے مثالی اُسلوب کی پوری دنیا میں دھاک بٹا دی تھی۔ گذشتہ سات عشروں میں جو مقبولیت اور پزیرائی مشتاق احمد یوسفی کو نصیب ہوئی اُن میں اُن کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔"(10)

جہان ادب میں ہر ادبی منش کی شناخت اُس کی زبانی و قلمی منش و منشآت سے ہوتی ہے۔ مشتاق احمد یوسفی کی فکری پہچان اُس کی تصنیفات و مسودات سے تو بہت حد تک عیاں ہے مگر وہاں پر پنہاں ان گنت تعلمی و تعلیمی اور تربیتی و تہذیبی لفظی و معنوی ذخائر کو کماحقہ، سمجھنا ادب و حکمت کی اصل ضرورت ہے۔ ان میں موجود سان گمان سے اغماض کرنا یا تو غباوت ہے یا اسے علمی لحاظ سے غبن و غبی پن کہا جاسکتا ہے۔ ایک جز و لفظ سے کثیر معنوی رجحانات و نظریات تک رسائی یوسفی کی خاص قلمی تیزی شمار ہے۔ شام شعر یاراں کا یہ حوالہ دیکھیئے:

"عذر معذرت کو ناقابل سماعت قرار دیتے ہوئے شفیع عقیل نے فرمایا کہ آپ کی سہ گونہ معذوری کے پیش نظر ہی آپ کو زحمت صدارت دی جارہی ہے! آپ کو قطعاً کچھ کہنا یا کرنا نہیں ہوگا۔ بس ڈائس پر باوقار انداز سے خاموش رہے گا۔ عرض کیا، حضرت، آپ مجھے تقریب اجراء کی صدارت کی دعوت دینے آئے ہیں یا صدر مملکت کا آئینی رول ادا کرنے کی؟۔"(11)

یہ تو کلمہ سچ ہی ہے کہ کسی بھی ملک و مملکت کی اُبھار و فراز میں حکومتی اہلکاروں، قلم و قرطاس سے ہم آہنگ ادیبوں اور علم و ادب سے منسلک اتالیقوں کا ایک توانا کردار ہوتا ہے۔ یوسفی نے کتاب شام شعر یاراں میں ان لکھاریوں کو مختلف بھاو بھیس میں ترشح کیا ہے۔ اس بابت یہ حصہ پڑھیئے:

"کچھ دن ہوئے، اس ضمن میں ایک تجویز ذہن میں آئی۔ وہ یہ کہ ہمارے چند سیاست دانوں، شاعروں، لیکھکوں، نقادوں، اخباروں اور رسالوں کے مدیروں کو بچھوؤں کے ساتھ چند روز گزارنے کے لیے سر کاری خرچ پر امر وہے بھیج دیا جائے تاکہ اُن کے فیضان صحبت سے یہ حضرات اپنے معاصرین کو کاٹنا اور ڈنک مارنا چھوڑ دیں۔ ہم نے اس اصلاحی تجویز کا ذکر اپنے ہمدم دیرینہ مرزا عبدالودود سے کیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو غضب ہو جائے گا۔ یہ خیال تک دل میں نہ لانا۔ ہمارے سیاست دان، ادیب، نقاد، طنز نگار

وغیرہ تو اپنی خو نہ چھوڑیں گے، الٹا ان بچھوؤں کو بھی اپنے آزمودہ طریقے سے کاٹنا اور ڈنک مارنا سکھا پڑھا کے جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آجائیں گے!"(12)

لفظ و معنی کے سلسلہ ترتیب و ترکیب میں ایک قرینے کو تمثال یا تمثالی نام دیا گیا ہے۔ کسی بھی لفظ لکھت، بولی بیان اور معنوی معیارات میں جب ایسے ارشادات و علامات ہوں جن سے کرداری اشکال کو اُجاگر کرنا آسان ہو تو اس کو اصطلاحی طور پر تمثالی فن کہا جاتا ہے۔ یوسفی نے اس ہنر کو مسلسل استعمال میں لا کر ہر قاری کو اُس کی تصوراتی حالت اور عملی ہیئت سے اچھی طرح متعارف کیا ہے۔ جب بھی تخلیقات یوسفی کو تحقیقی نظر سے پرکھا جاتا ہے تو اُن رسیا رسیدہ اور رنگ باختہ رسیلوں سے ملاقات ہوتی ہے جن کی موجودگی سے پاک سرزمین لحہ بہ لحہ سطح زمین سے محو ہو رہی ہے۔ سب سے زیادہ اچھنبے کی بات یہ ہے کہ ہم سب کچھ دیکھ کر بھی خواب غفلت سے بیدار ہونے کو تیار نہیں ہیں اس لیے یوسفی نے نام قوم و کام قوم پر ہزار بار اُنگلی اٹھائی ہے مگر پھر بھی ہم تحریری و تقریری ہیوی ہیا کل کسی ادبی و اخلاقی ہولا کو کے انتظار میں مست ہیں۔ یوسفی کے یہ کلمات دیکھیے:

"مطلب یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں تو پھر بھی کچھ بچتا ہے۔ سچ کہہ دوں تو شعلہ بھڑک اُٹھتا ہے۔"(13)

مزید دیکھیے:

"الیکشن کے دوران ہم نعروں، وعدوں اور 'بڑھکوں' سے ایسے بدحظ ہوئے کہ ٹی وی دیکھنا چھوڑ دیا۔ ریڈیو سننے لگے، اس لیے کہ اور کچھ نہ ہو، کم از کم تو ان صورتوں کو تو نہیں دیکھنا پڑتا جن کے دیکھے سے منہ پہ رونق کی بجائے کچھ اور ایکسپریشن آتا ہے۔"(14)

لفظیات و معنیات کی دنیا مافیہا میں جُنگ جنم کی بے حساب شکلوں میں بہتر سے بہترین اور جدید سے جدید ترین مناظر و مفہومات کا وجود صاف نظر آتا ہے۔ اُن میں سے زبانی لحاظ سے خاتون خواتین کو خاصا احترام دیا جاتا ہے مگر سننے کہنے والوں اور زیر نگاہ کرداروں کے کل کلمات و نظریات کے لب لباب کو تعبیری و تعمیلی صورت آج تک نہیں ملی۔

شام شعر یاراں میں کافی تعداد میں حاضر عورتوں اور مدمقابل لوگوں کے کاموں اور کارناموں کی نشاندہی کی گئی ہے مگر شاید حسب معمول ان کا اثر صرف پڑھنے اور اُن سے حظ اٹھانے تک محدود ہے۔ آج تک نہ صرف یہ خلقت ہوش یار بلکہ خلق خدا بھی ان کی ہوش مندی کے طفیل انہیں تاج وری کے حق دار گردانتے ہیں مگر عجیب لحہ فکر یہ ہے کہ پھر بھی یہ گراں قدر طبقہ قطار انسان میں سے راندہ ہے۔ خاص کر یہ نکتہ بھی نہایت اہم ہے کہ خواتین کے زیادہ تر منفی پہلوؤں پر رائے زنی کی جاتی ہے۔ ہاں اگر ادیب کے لفظی و معنوی انکشافات میں اصلاح و فلاح کا رخ غالب ہو اور ذہنی رسائی سے مقررہ عظمت کی صحیح معنوں میں واپسی درکار ہو تو شاید پھر یوں راز افشائی درست ہو۔ یوسفی نے اس معاملے میں بے شمار تحفظات اور خدشات کا بیان جاری کیا ہے۔ زرا یہ وضاحت ملاحظہ کیجیے:

"عورت کی زندگی کا کوئی حصہ نہ اسکنڈل سے محفوظ ہے، نہ الزامات سے۔ وہ اگر اسے مذہبی فریضہ سمجھ کر بیمار پرسی بھی کرے تو عیادت کو affair سمجھا جاتا ہے۔ رونا اس کا ہے کہ کم بخت بیمار خود بھی یہی

سمجھتا ہے! اُس بچاری کو بچاؤ کے لیے اپنے گرد تند جبینی، ترش روئی اور تنومند محرموں کا حصار کھینچنا پڑتا ہے۔"(15)

مشتاق احمد یوسفی نے شام شعر یاراں میں جس طریقے اور سلیقے سے انور انوکھے الفاظ اور چوڑے چوکھے معانی کو مجسم صورت عطا کی ہے تو اُن کو پا کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس پہلو سے موصوف واقعی جامع الکمالات ہیں۔

لفظیات و معنیات کا دم و دامن تو پہلے سے بھی فراز و فراخ تھی مگر کتاب شام شعر یاراں میں ان دونوں کو جس ژرف فکر اور ظرف نظر سے داخل دفتر کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اگر اس تخلیق و خالق کو صرف اس ڈول ڈھب سے بھی لاریب لا زوال کہا جائے تو شاید حق ادا ہو جائے۔

حوالہ جات

1. صدیقی، ابو الاعجاز حفیظ، ادبی اصطلاحات کا تعارف (لاہور: اُسلوب، 2015ء)، 462۔
2. سلیم اختر، ڈاکٹر، تنقیدی اصطلاحات (لاہور: سنگ میل، 2011ء)، 247-248۔
3. یوسفی، مشتاق احمد، شام شعر یاراں (لاہور: جہانگیر بکس، س ن)، 2۔
4. ایضاً، 48۔
5. ایضاً، فلیپ۔
6. یوسفی، مشتاق احمد، زرگزشت (لاہور: جہانگیر بکس، س ن)، فلیپ۔
7. یوسفی، مشتاق احمد، شام شعر یاراں، 115۔
8. ایضاً، 65۔
9. ایضاً، 230۔
10. محمد طاہر، ڈاکٹر، اسلوب یوسفی کا مطالعہ۔ شام شعر یاراں کی روشنی میں، فکر و نظر، جلد 56، شمارہ 2 (2019ء)، 98۔
11. یوسفی، مشتاق احمد، شام شعر یاراں، 288۔
12. ایضاً، 230۔
13. ایضاً، 290۔
14. ایضاً، 235۔
15. ایضاً، 165-166۔

References in Roman Script

1. Siddiqi, Abu al-Ijaz Hafiz, Adabi Istilahat ka Taaruf (Lahore: Uslub, 2015), 462.
2. Saleem Akhtar, Dr., Tanqeedi Istilahat (Lahore: Sang-e-Meel, 2011), 247-248.
3. Yousufi, Mushtaq Ahmad, Shaam-e-Sher-e-Yaraan (Lahore: Jahangir Books, n.a), 2.
4. Ibid, 48.
5. Ibid, flap.
6. Yousufi, Mushtaq Ahmad, Zarguzasht (Lahore: Jahangir Books, n.a), flap.
7. Yousufi, Mushtaq Ahmad, Shaam-e-Sher-e-Yaraan, 115.
8. Ibid, 65.
9. Ibid, 230.
10. Muhammad Tahir, Dr., Asloob-e-Yousufi ka Mutala: Shaam-e-Sher-e-Yaraan ki Roshni mein, Fikr-o-Nazar, Vol. 56, No. 2 (2019), 98.
11. Yousufi, Mushtaq Ahmad, Shaam-e-Sher-e-Yaraan, 288.
12. Ibdi, 230.
13. Ibid, 290.
14. Ibid, 235.
15. Ibid, 165-166.